ڈاکٹر حسن محمد خان

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں خطوط کے آئینے میں

مردم شناسی کے لیے قربت لازمی شرط ہے۔ اور جس قدر آدمی کسی کے قریب ہوگا اس کے مزاج، خوبیوں اور خامیوں سے اسی قدر زیادہ واقفیت ہوگی۔ مگر میرے ساتھ معاملہ الٹا ہوا۔ قبلہ استاذی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب (پیدائش ۱۹۱۲ء وفات ۲۵؍ستمبر ۲۰۰۵ء) سے جب ہم سے دور ہو گئے تب آپ کی شخصیت کے اوصاف ہم پر واضح ہوئے۔ جب تک زیر تعلیم رہے آپ کا احترام و ادب اسی روایتی انداز سے کرتے تھے جیسے کالج میں اپنے دیگر اساتذہ کا کیا کرتے تھے۔ ایم۔ اے سال اول تک ایک کھلنڈرے طالب علم کی طرح وقت گزارا۔ رفتہ رفتہ آپ کے گھر تک رسائی ہوئی۔ جو اولڈ کیمپس (اب مادام ایلسا قاضی کیمپس حیدر آباد) میں شعبۂ اُردو سے چند گز کے فاصلے پر تھا۔ عصر کی نماز کبھی کبھار آپ کی امامت میں آپ کے گھر پر پڑھ لیا کرتے تھے۔ کبھی مراقبہ میں بھی شرکت کر لیا کرتے تھے مگر اس ساری عبادت میں خضوع و خشوع کم خوشنودی خاطر استاد زیادہ ہوا کرتی تھی۔ ہم نہ ڈاکٹر صاحب کی مشفقانہ اور خاکسارانہ طبیعت سے واقف تھے نہ ان کی روحانیت سے۔ بلکہ سچ پوچھیے تو ہم روحانیت کی ابجد سے بھی واقف نہ تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے حلقے میں بیٹھ کر کانوں سنی اور آنکھوں دیکھی بہت سے باتیں اور واقعات تھے مگر ہم نے کبھی ان پر دھیان ہی نہیں دیا۔ چنانچہ مراقبہ کے دوران جب کوئی مرید، سالک یا خود ڈاکٹر صاحب کی گھٹی ہوئی چیخ بہ صوت ''نعرہ حق'' سنتے تو اپنے سر سے کپڑا یا رومال ہٹا کر دیکھتے کہ یہ آواز کہاں سے اور کس کے حلق سے نکلی؟

میرے ایک ہم جماعت[۱] جو میرے ہم شہر (سکھر، سندھ) بھی تھے ان رموز سے کسی حد تک، واقف تھے وہ کبھی کبھی ان واقعات اور رموز پر روشنی ڈال دیا کرتے تھے۔ ایک دن انھی نے بتلایا کہ قبلہ ڈاکٹر صاحب، صاحب کشف ہیں۔ میرے پوچھنے پر کہ یہ ''کشف'' کیا ہوتا ہے اور کیوں کر ہوتا ہے؟ اس نے بڑے سادہ اور مختصر الفاظ میں دیگر اہل صفا اور بزرگوں کے حوالے دے کر سمجھا دیا، اس دن سے تھوڑا سا دل میں خوف اور احترام بیٹھ گیا۔ خوف اس لیے کہ کہیں ڈاکٹر صاحب پر ہماری نمائشی عبادت کا حال منکشف نہ ہو جائے۔ احترام اس لیے کہ ڈاکٹر صاحب کو 'زندہ ولیوں' کی صف میں جگہ دینے لگے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب سے ہماری ارادت بڑھی۔ پھر انسیت جو بعد میں عقیدت اور محبت میں تبدیل ہو گئی۔

ڈاکٹر صاحب سے میرا تعلق ۱۹۶۳ء سے جڑا، جو تادم آخر ۲۰۰۵ء تک قائم رہا۔ اور قائم تو اب بھی ہے بلکہ پہلے سے زیادہ۔ پہلے تو میں رہینِ ستم ہائے روزگار کی وجہ سے ہفتوں تو کجا مہینوں یاد نہیں کرتا تھا۔ مگر اب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں۔

۱۹۶۵ء تک ایک شہر سے دوسرے شہر میں رہنے والوں کی نصف ملاقات کا واحد ذریعہ پوسٹ آفس کی ڈاک ہی ہوا کرتی تھی۔ ای میل، موبائیل اور کمپیوٹر گمان کی سرحد سے بھی پرے تھا۔ پوسٹ کارڈ، لفافہ یا ایمرجنسی میں تار (ٹیلی گرام) ہی ذریعہ اطلاع ہوا کرتے تھے۔ فون کا استعمال بھی حیثیت دار لوگوں تک محدود تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ فون، اے سی اور سواری کے لیے کار کا ہونا تعیشاتِ زندگی میں شامل تھا۔ میرے مشاہدے کے مطابق قبلہ استاذی اس وقت بھی صاحب حیثیت تھے مگر نہ کبھی

آپ نے گھر پرفون لگنے دیا اور نہ ذاتی استعمال کے لیے گاڑی رکار رکھی۔فون کا کنکشن تو کجا میں نے اپنی پوری وابستگی تک انھیں فون پر بات کرتے نہیں دیکھا، چنانچہ لے دے کر رابطہ کا واحد ذریعہ پوسٹ آفس ہی تھا۔عموماً خیریت معلوم کرنے کے لیے پوسٹ کارڈ، جو اس وقت پانچ پیسے کا ہوا کرتا تھا ہی استعمال ہوتا تھا یا بہ وقت ضرورت تفصیلی حال احوال، علمی وادبی مسئلہ یا کسی راز داری کی بات کے لیے لفافہ استعمال ہوتا تھا۔ چناں چہ قبلہ ڈاکٹر صاحب سے میری خط وکتابت کا آغاز پوسٹ کارڈ ہی سے ہوا، اور ایک عرصہ تک رہا۔ نہ انھوں نے میری اس حرکت پر کبھی ٹوکا، نہ مجھے ہی خیال آیا۔ ایم۔اے کا نتیجہ نکلتے ہی ۱۹۶۵ء میں ہمارا تقرر ''اسلامیہ پوسٹ گریجویٹ کالج'' سکھر میں ہوگیا۔ ڈاکٹر صاحب سے خط وکتابت کا سلسلہ یہیں سے شروع ہوا۔ چنانچہ فروری ۱۹۶۶ء میں مجھے آپ کا پہلا خط ملا پھر ہوا یوں کہ انتظامیہ نے ہمیں حسب روایت تنگ کرنا شروع کردیا۔ ہم نے آپ کو صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ نے جواباً خط لکھا (خط نمبر ۲، ۳ ملاحظہ ہو) حالات اس نہج پر پہنچ گئے کہ میرے لیے کالج چھوڑنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا چنانچہ ڈاکٹر صاحب کو خط لکھا اور مشورہ طلب کیا تو آپ نے دعاؤں بھرا جواب دے کر ڈھارس بندھائی اور آپ کی دعاؤں کے طفیل مجھے پبلک سروس کمیشن (W.P.P.S.C) کی طرف سے تقرر نامے کا خط ملا تو میں نے فوراً استعفیٰ دیا اور کراچی ریجن آکر لانڈھی کورنگی کالج جوائن کرلیا۔ ملاحظہ فرمائیں کہ ۱۹ر جولائی ۱۹۶۷ء (خط:۳) کو جو خط ملا وہ لفافے کی شکل میں ملا چوں کہ معاملہ راز داری کا تھا۔

ایک اور بات بتا تا چلوں کہ جب تک میں ''اسلامیہ کالج'' سکھر میں رہا حضرت ڈاکٹر صاحب مجھے حسّان محمد خان لکھتے رہے چوں کہ میں انگریزی میں اپنی نام "Hassan" لکھتا تھا اس لیے آپ نے مشورہ دیا کہ میں اپنا نام حسّان ہی رکھ لوں......مگر پرائمری سطح پر جنرل رجسٹر میں تبدیلی کے لیے بہت طویل اور پیچیدہ مسئلہ تھا اس لیے یہ ممکن نہ ہوسکا۔ پھر قبلہ نے بھی مجھے میرے ''اردو املا'' والے نام ہی سے خط کے جوابات دیے یعنی ''حسن محمد خان'' ہی لکھا۔

میری طرح دیگر طالب علم بھی اس خوش فہمی اور خوش گمانی میں مبتلا تھے کہ قبلہ استاذی جتنا مجھ پر کرم اور عنایت نوازی کرتے ہیں اتنا کسی دوسرے پر نہیں کرتے۔ اُس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی عنایات اور حسن سلوک ہی ایسا تھا۔ یہ خطوط ملاحظہ کیجیے کہ ایک استاد اپنے شاگرد سے زیادہ خواہش مند ہے کہ اسے جلد از جلد اس کی منزل ملے۔ ہم تو پی ایچ۔ ڈی میں رجسٹریشن ہی کرا کر کسی حد تک بے فکر ہوگئے۔ مگر آپ برابر ہدایت اور راہ نمائی کرتے رہے ملاحظہ کیجیے۔ خط ۴ مؤرخہ ۵ر مئی، خط ۵ مؤرخہ ۲ر جون، خط ۶ مؤرخہ ۲۲ر جولائی، خط ۷ مؤرخہ ۷ار ستمبر ۱۹۷۱ء، خط ۸ مؤرخہ ۲۲ر اکتوبر، خط ۹ مؤرخہ ۲۸ر اکتوبر پھر نتیجہ آجانے پر کس قدر خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے اطلاع دیتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کے پاس ملک کے گوشے گوشے بلکہ بیرون ملک سے بھی خطوط آتے اور ہر ایک خط کا جواب دینا اپنا فرضِ اولین سمجھتے۔ مکتوب خواہ کسی حیثیت کا ہو، اور خط خواہ کسی نوعیت کا ہوتا جواب دینے میں سستی اور کاہلی بالکل نہ برتتے۔ جوابات اکثر اشراق کی نماز سے فارغ ہوکر لکھتے۔ میں نے اکثر دیکھا کہ اپنے پرانے تعمیر شدہ مکان کے صحن میں کُھری چارپائی پر بیٹھے، سرہانے تکیہ کے پاس ہی لیٹر پیڈ اور ڈھیر سارے خطوط رکھے ہوتے، خطوط پڑھتے جاتے اور جواب لکھتے جاتے، بعض اوقات خطوط لکھ کر مجھے دیتے اور لیٹر بکس میں فوری ڈالنے کی تاکید فرماتے۔ آپ کا جواب مختصر جامع اور سادہ ہوتا۔ (خط نمبر ۱۱ ملاحظہ کیجیے)

خطوط کے جوابات لکھنا بھی ڈاکٹر صاحب کے معمولات میں شامل تھا اور معمولات ایسے تھے کہ کبھی میں نے آپ

کے منہ سے وقت کی قلت کا رونا روتے نہیں سنا۔ تصنیف و تالیف۔ پڑھنا، پڑھانا، عبادت و ریاضت، میل ملاپ، آنے جانے والوں سے حسن سلوک سے ملنا، لوگوں کے لیے دعائیں کرنا، گویا ہر کام اپنے وقت پر کرنا اور پھر وقت پر سو جانا۔ آپ جلد سونے کے عادی تھے عموماً نمازِ عشاء کے بعد سو جاتے اور پچھلے پہر یعنی ساڑھے تین بجے بیدار ہو جاتے۔

۱۹۸۰ء کے بعد قبلہ استاذی کی مصروفیت میں زیادتی اور صحت میں کمزوری ہونا شروع ہو گئی۔ اکثر خطوط میں لکھتے کہ کمزور بہت ہو گیا ہوں۔۔۔ دعاؤں میں یاد رکھیں، مگر ہم جیسے فارغ اوقات شاگرد یہ بات نہ سمجھ پاتے اور معمولی بات یا مسئلے پر خط لکھ دیا کرتے۔ آخر قبلہ نے جواب میں تاخیر شروع کر دی اور پھر اس حد تک مصروف یا مجبور ہو گئے کہ ہمارے ہی خط کے کسی گوشے پر جواب لکھ کر خط واپس بھیج دیتے مگر جواب دینے سے گریز نہیں کیا۔ ملاحظہ کیجیے خط: ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵۔

الغرض آپ کے خطوط پڑھ کر جو خصوصیات واضح اور نمایاں طور پر ابھرتی ہیں وہ میرے نزدیک کچھ یوں ہیں:۔

- ☆ آپ کی گفتگو اور لہجے میں جو نرمی، ملائمت اور انکساری تھی وہ آپ کی تحریروں میں بھی نمایاں ہے۔
- ☆ مکتوب الیہ آپ سے خواہ عمر میں، علمیت میں یا مرتبہ میں کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہوتا آپ اس کے نام کے ساتھ تکریمی الفاظ ضرور لکھتے جوابی خط میں بھی پتے پر نام سے پہلے مثلاً عزیزی، مکرمی، پروفیسر، ڈاکٹر اور صاحب جیسے تکریمی اور تعظیمی الفاظ کا اضافہ کر دیتے جس سے آپ کی انکساری، محبت اور ذاتی توجہ کا اندازہ ہوتا ہے۔
- ☆ مسئلہ کسی نوعیت کا ہوتا ذاتی، علمی، طبی یا تفریحی جواب حسب مراتب دیتے۔ مثلاً ایک مرتبہ ہم نے اپنے کسی عزیز کی بیماری کے بارے میں لکھ دیا جواب میں آپ نے فرمایا خط نمبر ۱۳، ۱۴ ملاحظہ فرمائیں۔
- ☆ جوانی سے بڑھاپے کی آخری حد تک تحریر میں کوئی جھول یا خوش خطی میں کوئی کمی نظر نہیں آتی۔ پیچیدہ اور اوق مسئلے میں بھی اس قدر سادہ، مختصر اور جامع انداز میں جواب دیتے کہ خط پڑھ کر مکمل تشفی ہو جاتی۔
- ☆ خط کے جواب میں کسی تساہل یا تاخیر کو قریب نہ آنے دیتے اور جواب دینا عین فرض بعد عبادت سمجھتے۔

استاد مکرم سے میری آخری ملاقات ۱۴ اگست ۲۰۰۵ء کو ہوئی آپ صاحب فراش تھے بصارت اور سماعت دونوں معدوم ہو چکی تھیں۔ کان کے قریب جا کر زور سے بولنا پڑتا تھا اتنے لاغر اور نحیف تھے کہ آپ کی گفتگو بھی نہ سمجھ سکا، تاہم اپنے ہاتھ کے اشارے سے میرا سر اپنے منہ کے قریب لے گئے، پیار کیا اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔ اور کچھ ہی دن بعد اطلاع آئی کہ ڈاکٹر صاحب اس دیارِ فانی سے چلے گئے۔ لیکن مجھے اب بھی وہ دعائیں ویسا ہی فیض پہنچا رہی ہیں۔ جیسا زندگی میں پہنچاتی تھیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب کے یہ خطوط ان کی شخصیت، مزاج اور شاگردوں کے ساتھ روابط کی نشان دہی کرتے ہیں۔ یہ روایتی انداز کے ایسے خطوط ہیں جو بزرگ اپنے چھوٹوں کو لکھتے ہیں۔ یہ روایتی مکتوب نگاری، ہماری ثقافت کو اجاگر کرتی ہے۔ جہاں ادب، احترام، دوسروں کو عزت دینا، دل جوئی کرنا، کسی کے لیے بھی اپنی زندگی میں سے وقت نکالنا ان کی باتیں سننا اور ان کے دل کا بوجھ ہلکا کرنا اور مسائل سن کر مشورہ دینا وغیرہ شامل ہے۔ اردو مکتوب نگاری میں عموماً ادبا، و شعراء کے خطوط ہی کو اہم سمجھا جاتا ہے اور اپنے خطوط کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے یہ خطوط اردو مکتوب نگاری کے ایک اہم رجحان اور اسلوب نشان دہی کرتے ہیں۔

اب ذیل میں ڈاکٹر صاحب کے ۱۶ خطوط پیش کیے جا رہے ہیں ان میں املا وہی ہے جو خطوط میں ہے۔ آپ خط

کے آخر میں اپنا نام تحریر نہیں کرتے تھے، اس کے بجائے دستخط فرما دیتے تھے لیکن اس سے پہلے ''احقر'' لکھنا نہیں بھولتے۔ خط کی ابتدا میں دائیں جانب پہلے ''حیدر آباد'' لکھتے، پھر اس کے نیچے تاریخ اور سنہ اکثر نہیں لکھا کرتے تھے۔ اسی لیے پیش کیے جانے والے خطوط کے زیادہ تر ''سنہ'' تعین کر کے شامل کیے گئے ہیں۔ کبھی کبھی آپ خط کے بائیں جانب بھی تاریخ لکھتے ہیں۔ بعض مرتبہ تاریخ اردو میں اور سنہ انگریزی میں ہوتا ہے۔ یہ صورت حال اس وجہ سے تھی کہ ڈاکٹر صاحب کے پاس بہ کثرت خطوط روزانہ آتے تھے اور اکثر تو کئی کئی صفحات پر بھی مشتمل ہوتے تھے۔ لیکن آپ روزانہ فجر کی نماز اور اذکار سے فارغ ہو کر نہایت ذمہ داری سے ان خطوط کا مطالعہ کرتے اور ہر خط کا جواب تحریر کیا کرتے اس کے بعد دفتری کاموں پر توجہ دیتے، ان کی زیر نگرانی تحقیق کرنے والے آجاتے انھیں وقت دیتے۔ اس دوران ملاقاتی بھی یکے بعد دیگرے اپنے مسائل لے کر آتے رہتے تھے۔ اس کے علاوہ جب بھی وقت ملتا آپ فوراً خطوط کے جوابات تحریر کرتے۔ ان مصروفیات کی وجہ سے آپ کی توجہ صرف خط کے جواب پر مرکوز ہوتی تھی۔ اسی لیے آپ کے خطوط میں وہ اہتمام نہیں ملتا جو اکثر ادبا کے ہاں نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے یہ خطوط مختصر اور رسمی ہونے کے باوجود اپنے اندر علمی، ادبی اور معاشرتی حوالے سے کئی اہم نکات اور سوالات سمیٹے ہوئے ہیں۔ جو اساتذہ اور شاگردوں کو غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں۔ اب ذیل میں خطوط پیش کیے جاتے ہیں۔ لیکن اس سے قبل خطوط کا مختصر اشاریہ ہے۔

۱۔ گرامی نامہ بڑی دلی خوشی ہوئی۔	یکم فروری 1966ء۔
۲۔ گرامی نامہ ملا تھا۔ حالات معلوم ہوئے۔	14 مئی 1966ء۔
۳۔ واضح ہو کہ خط ملا۔ بڑا قلق ہوا۔	19 جولائی 1966ء۔
۴۔ گرامی نامہ ملا ''سیارہ'' میں آپ کا مقالہ شائع ہوا۔	17 ستمبر سنہ ندارد۔
۵۔ ابھی گرامی نامہ ملا۔ مقالے کی چار کا پیاں پیش کرنا ہوں گی۔	22 اکتوبر 1970ء۔
۶۔ کل میٹنگ ہو گئی۔ آپ کے لیے منظوری ہو گئی ہے۔	5 مئی 1971ء۔
۷۔ اب نیا قاعدہ بن گیا ہے کہ ایک ہزار الفاظ میں مقالے کا خلاصہ بھی دیجیے۔	2 جون 1971ء۔
۸۔ گرامی نامہ ملا۔ اللہ پاک دونوں جہانوں میں خوب خوب نوازے۔	22 جولائی 1971ء۔
۹۔ گرامی نامہ ملا تھا اب طبیعت اکثر ٹھیک نہیں رہتی۔	28 اکتوبر سنہ ندارد۔
۱۰۔ امید ہے آپ بہ خیریت و عافیت ہوں گے۔ آپ کا نتیجہ ابھی تک شائع نہیں ہوا۔	جمعہ 8 رمضان المبارک سنہ ندارد۔
۱۱۔ کل گرامی نامہ ملا۔ قریب ایک ہفتہ ہوا آپ سب کا نتیجہ آ گیا۔	15 دسمبر 1971ء۔
۱۲۔ گرامی نامہ ملا۔ حضرت حوا۔۔۔	4 جون 1972ء۔
۱۳۔ امسال حرمین شریفین کا حاضری سے محروم رہا۔	15 فروری 1972ء۔
۱۴۔ آج خط ملا۔ اللہ تعالیٰ۔۔۔	29 جنوری۔۔۔
۱۵۔ آج خط ملا۔ آپ کی والدہ صاحبہ	یکم ستمبر 1976ء۔
۱۶۔ آج گرامی نامہ ملا۔ بڑی خوشی ہوئی کہ یاد فرمایا۔	3 رمضان المبارک سنہ ندارد

(۱)

۸۶ے

حامداً ومصلیاً

سندھ یونیورسٹی
حیدرآباد

پوسٹ کارڈ
یکم فروری 66ء

عزیز گرامی منزلت دام مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ ملا بڑی دلی خوشی ہوئی۔ اللہ پاک آپ سب کو خوش وخرم رکھے اور دونوں جہاں کی نعمتوں سے خوب خوب سرفراز فرمائے۔ آمین۔ مجھے بڑا افسوس رہتا ہے کہ آپ لوگ آئے اور میں کوئی خدمت نہیں کرسکا۔ لیکن دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ اللہ پاک عایتِ التزام رکھے آمین۔

محترم پرنسپل صاحب کو بہت بہت سلام مسنون عرض کریں۔ ظفر عابدی صاحب[۱] نے عید پر تہنیتی تار بھیجا تھا۔ ان کو اور سب حضرات کو بہت بہت سلام مسنون، راحت مسعود سلمہ[۲] کو بھی دعائیں اور سلام مسنون۔ فقط والسلام

احقر

دستخط

(۲)

۸۶ے

حامداً ومصلیاً

سندھ یونیورسٹی
حیدرآباد

پوسٹ کارڈ
14رمئی 66ء

عزیز گرامی منزلت دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ ملا تھا۔ حالات معلوم ہوئے۔ اللہ پاک آپ سب کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں آپ کی تمام پریشانیاں دور فرمائے اور خوب خوب نوازے، آمین، ثم آمین!

میں انشاءاللہ کسی موقع پر اُن صاحبان سے عرض کروں گا، اللہ بہتری فرمائے، آمین!

ایک صاحب میرے ''معارف'' کے رسالے لے گئے تھے اور ضائع کردیے۔ معلوم ہوا ہے کہ سکھر میں (اردو بورڈ) ''مکتبۂ تعمیر انسانیت'' میں یہ پرچے مل سکتے ہیں۔ مجھے 1941ء کے جون، جولائی اور اگست (تین رسالے) درکار ہیں، مل جائیں تو لکھیے کیا قیمت ہوگی؟

سب حضرات کو سلام مسنون۔ فقط والسلام

احقر

دستخط

(۳)

۷۸۶

حامداً ومصلیاً

لیٹر پیڈ

19 جولائی 67ء

عزیز گرامی قدر سلمہ اللہ تعالیٰ

بعد دعا وسلام مسنون

واضح ہو کر خط ملا۔ بڑا قلق ہوا۔ انا للہ۔۔۔۔ آپ مطلق نہ گھبرائیں۔ اللہ پاک مسبب الاسباب اور رزاق ہے۔ اُس سے مانگنے والا کبھی محروم نہیں رہ سکتا۔ دیر ہو سکتی ہے لیکن اندھیر نہیں۔ میں آج ان صاحب کو بھی لکھ رہا ہوں جو ثواب حاصل کرتے رہتے ہیں۔ اللہ پاک بہتری فرمائے گا۔ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ۔ کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟۔

ع دشمن اگر قوی ست نگہبان قوی تراست

اللہ پاک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں جلد از جلد آپ کے لیے بہتری کی صورت پیدا فرما دے۔ آمین۔ ثم آمین۔

قبلہ والد صاحب اور سب عزیزوں کو بہت بہت سلام مسنون وَمَاوُجَبَ قبول ہو۔ فقط والسلام

احقر

دستخط

(۴)

۷۸۶

حامداً ومصلیاً

پوسٹ کارڈ

حیدر آباد

۱۷ ستمبر 70ء

عزیز گرامی قدر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ ملا۔ ''سیارہ'' میں آپ کا مقالہ شائع ہوا تو عین خوشی ہوئی۔ میں نے ابھی تک نہیں دیکھا۔ کبھی موقع ہو تو اپنا مقالہ لیتے آئیں۔ انشاء اللہ دیکھ لوں گا۔ معلوم نہیں سردار صاحب[۲] کا کام کب تک مکمل ہوگا۔

آپ نے فیس تو جمع کر دی ہوگی۔ قبلہ والد صاحب مدظلہ اور سب عزیزوں کو بہت بہت سلام مسنون وماوجب قبول ہو۔ فقط والسلام

احقر

دستخط

(۵)

۷۸٦

حامداً ومصلیاً

پوسٹ کارڈ

حیدرآباد

۲۲؍اکتوبر 70ء

عزیز گرامی منزلت دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابھی گرامی نامہ ملا۔ (مقالے کی) چار کاپیاں پیش کرنی ہوں گی۔ کام جلد کرلیں تو عین خوشی ہوگی۔ اللہ خوش رکھے۔

فقط والسلام

احقر دستخط

(٦)

۷۸٦

حامداً ومصلیاً

پوسٹ کارڈ

حیدرآباد

۵؍مئی 71ء

عزیز گرامی قدر دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل میٹنگ ہوگئی۔ آپ کے لیے منظوری ہوگئی ہے ڈاکٹر ہالی پوتہ صاحب[۱] اور پروفیسر محمد طاہر فاروقی صاحب[۲] (پشاور) آپ کے ممتحن ہیں۔ جلد بن کر پرسوں آ گئی ہے۔ میرے پاس محفوظ ہے۔ میٹنگ کی کارروائی کے ٹائپ ہونے میں دیر لگتی ہے۔ اس لیے شاید دفتر والے نخرے کریں کہ وہ کارروائی تو آ جائے۔ بہر حال، اللہ مددگار ہے۔

فقط والسلام

احقر دستخط

(۷)

۷۸٦

حامداً ومصلیاً

پوسٹ کارڈ

حیدرآباد

۲؍جون 71ء

عزیز گرامی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اب نیا قاعدہ بن گیا ہے کہ ایک ہزار الفاظ میں مقالے کا خلاصہ بھی دیجیے۔ اس کی چار کاپیاں جلد کنٹرولر کے دفتر

میں بھجوادیں[کذا] اسی لیے آپ کا مقالہ ابھی تک ممتحن حضرات کو نہیں بھیجا گیا۔ فقط والسلام

احقر دستخط

(۸)

۷۸۶

حامداً ومصلیاً

حیدرآباد پوسٹ کارڈ

۲۲/جولائی 71ء

عزیز گرامی منزلت دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ ملا۔ اللہ پاک آپ کو دونوں جہانوں میں خوب خوب نوازے۔ آمین۔ ثم آمین۔

ابھی تک ریسرچ کمیٹی کی میٹنگ نہیں ہوئی۔ غالباً ستمبر میں ہوگی، اس وقت ممتحن حضرات کی رپورٹیں پیش ہوں گی اور نتیجے کا اعلان ہوگا۔ خیر، یہ تو رسمیہ چیزیں ہیں۔ آپ کے، اور سردار صاحب ا کے مقالات سے بے حد خوشی ہوئی ہے۔ الحمدللہ۔

قبلہ والد صاحب مدظلہ کو بہت بہت سلام مسنون اور مبارک باد پیش کریں۔

ابھی تک میرے سفر کی کوئی تاریخ طے نہیں ہوئی۔ پھر انشاء اللہ لکھوں گا۔

آپ گھی دے گئے تھے۔ قیمت لکھیے اور ضرور لکھیے میں بھول گیا تھا۔ فقط والسلام

احقر دستخط

(۹)

۷۸۶

حامداً ومصلیاً

حیدرآباد پوسٹ کارڈ

۲۸/اکتوبر

عزیز گرامی قدر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ ملا تھا۔ اب طبعیت اکثر ٹھیک نہیں رہتی۔ اس لیے جواب میں تاخیر کا خیال نہ فرمایا کریں۔

اللہ پاک آپ کو کامیاب فرمائے آمین۔

ڈاکٹر ہالی پوتہ صاحب ا اب اسلام آباد سے واپس یہاں آ گئے ہیں۔

سب عزیزوں کو سلام مسنون و ماوجب قبول ہو۔

فقط والسلام

احقر دستخط

(۱۰)

۷۸۶

حامداً ومصلیاً

جمعہ ۸ر رمضان المبارک — لیٹر پیڈ

عزیز گرامی منزلت دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔ آپ کا نتیجہ ابھی تک شائع نہیں ہوا۔[کذا] امسال اردو کے چار پی ایچ ڈی ہوئے ہیں۔ سخت پریشانی ہے۔[کذا] تاہم انشاء اللہ اب نتیجہ جلد آ جائے گا۔

میں نے جن صاحب کے یہاں آپ کے رشتے کے لیے عرض کیا تھا۔ ان کا پتا یہ ہے:

حافظ عبدالغفار ثانی[۱]

Superintending engineer (Buildings) Near Frere Hall, Karachi

ان کو ثانی صاحب عموماً کہا جاتا ہے۔

قیام CLIFTON میں ریسٹ ہاؤس کے بنگلہ میں ہے۔ والدہ صاحبہ وہاں تشریف لے جائیں۔

خیریت لکھیے گا۔

فقط والسلام

احقر دستخط

(۱۱)

۷۸۶

حامداً ومصلیاً

سندھ یونیورسٹی حیدرآباد — پوسٹ کارڈ

۱۵ر دسمبر 71ء

عزیز گرامی منزلت دام مجدکم — مبارک باد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل گرامی نامہ ملا۔ قریب ایک ہفتہ ہوا، آپ سب[۱] کا نتیجہ آ گیا۔ ماشاء اللہ پی ایچ ڈی ہو گئے۔[۲] الحمدللہ۔ یونیورسٹی نے آپ کے دیے ہوئے پتے پر خط لکھ دیا ہوگا۔ مبارک ہو! الحمدللہ۔

ان شاء اللہ پاکستان کو فتح ہو گی[۳]۔ اس میں مطلق کوئی شک نہیں ہے اور ہندوستان خوب ذلیل ہوگا۔ دعا کرتے رہیں۔ اللہ پاک کی طاقت بہت بڑی ہے۔

فقط والسلام

احقر غلام مصطفےٰ خاں

(۱۲)

۷۸۶

حامداً ومصلیاً

عید مبارک پوسٹ کارڈ

حیدرآباد

۴رجنوری ۷۲ء

عزیز گرامی منزلت دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ ملا حضرت حواؑ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ، زلیخا، فرعون کی اہلیہ، حضرت مریم علیہا السلام۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات (حضرت عائشہ صدیقہ، ماریہ وغیرہ) (علیہم السلام) وغیرہ بہت سی خواتین کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ ان کے حالات سے موجودہ دور کی خواتین کے لیے بہت سے سبق ہیں (بہشتی زیور۲ دیکھ لیں)۔

جی ہاں، وہی بزرگ ہیں جن کا نام عبدالمعبود صاحب ہے گلگت کے اندر کسی دور دراز مقام کے رہنے والے ہیں۔ کوئٹہ میں بھی ایک حاجی صاحب (میر محمود صاحب) ہیں جو بلا ناغہ ہر سال حج کے لیے جاتے ہیں۔ امسال غالباً ۵۴ حج پورے کیے ہیں۔ ذَالِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیہِ مَنۡ یَّشَآءُ۔

فقط والسلام

احقر غلام مصطفےٰ خاں

(۱۳)

۷۸۶

حامداً ومصلیاً

لیٹر پیڈ

۱۵رفروری 72ء

عزیز گرامی منزلت دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امسال حرمین شریفین کی حاضری سے محروم رہا۔

معلوم ہوا تھا کہ آپ محترم ثانی صاحب کے یہاں تشریف لے گئے تھے۔ پھر غالباً تشریف لے گئے ہوں گے۔ اللہ پاک بہتری فرمائے۔ آمین۔ آج کل یہاں بہت سردی ہے۔ دعا میں یاد رکھیں۔

(۱۴)

۷۸۶

حامداً ومصلیاً

لیٹر پیڈ

۲۹رجنوری

عزیز گرامی قدر دعا وسلام مسنون

آج خط ملا۔ اللہ تعالیٰ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں آپ کے والد صاحب اور نسبتی بھائی کو جلد از جلد

مکمل صحت عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

والد صاحب کو جو دوائیں آپ دیتے ہیں دیتے رہیں لیکن اتنا اور کیجیے: خالص شہد ایک چھٹاک کو تین چھٹاک پانی میں جوش دیں۔ ایک جوش کے بعد اُتارلیں اور چھان کر رکھ لیں۔ وہ پانی دن میں تین مرتبہ مستقل طور پر پلائیں۔

نسبتی بھائی کے لیے عرض ہے کہ ہاتھ میں جس جگہ درد ہے وہاں شہد لپیٹ دیں۔ پھر چونا لپیٹ دیں۔ ۵۔۷ منٹ کے بعد برداشت کے مطابق گرم پانی اوپر فاصلے سے اس پر گرائیں کہ وہ سب ڈھل جائے۔ پھر پونچھ دیں۔ بس دن میں ایک مرتبہ ایک ہفتہ تک اسی طرح کریں۔ انشاء اللہ آرام ہو جائے گا۔

والد صاحب اور ان صاحب کو بغیر گھی تیل کا کھانا کھلائیں اور قبض نہ رہنے دیں۔ سب بزرگوں اور عزیزوں کو سلام مسنون و ماوجب قبول ہو۔ میں بہت کم زور ہو گیا ہوں۔ چکر آتے ہیں، دعا کریں۔

فقط والسلام

احقر دستخط

(۱۵)

۷۸۶

حامداً ومصلیاً

حیدرآباد
یکم ستمبر ۱۹۷۶ء

سادہ کاغذ

عزیز گرامی قدر دعا و سلام مسنون

آج خط ملا۔ آپ کی والدہ صاحبہ کے انتقال کی خبر عمر صاحب نے دی تھی۔ میں نے ان کے لیے ایصال ثواب کیا تھا۔ اب بھی کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ ان کے درجات خوب خوب بلند فرمائے اور آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

اللہ تعالیٰ آپ کے والد صاحب کو بھی جلد صحت کاملہ عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔ میں بھی اسی تکلیف میں مبتلا ہوں۔ چلنا، پھرنا دشوار ہو گیا ہے۔ پھر تنہائی کی زندگی بھی عجیب ہوتی ہے۔ دعا میں یاد رکھیں۔

میں نے ڈاکٹر سردار صاحب کو خط لکھا تھا۔ شاید نہیں پہنچا، ورنہ جواب ضرور دیتے۔ میرا سلام کہیے گا۔

انقرہ کے لیے ضرور انٹرویو دیجیے۔۲

''اردو ادب پر ترکی ادب کے اثرات'' یا ''قرآنی محاورات اور استعارات''

والد صاحب اور سب عزیزوں کو سلام مسنون و ماوجب قبول ہو۔

فقط والسلام

احقر دستخط

۱۱ر ستمبر ۱۹۹۲ء کو موصول ہوا۔

۷۸۶

حامداً و مصلیاً

۳؍رمضان المبارک　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　لیٹر پیڈ

عزیز گرامی منزلت دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

آج گرامی نامہ ملا۔ بڑی خوشی ہوئی کہ یاد فرمایا۔ اب بہت کم زور ہو گیا ہوں۔ چلنا پھرنا مشکل ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو صحت و عافیت کاملہ کے ساتھ رکھے اور قبلہ والد صاحب کا سایہ قائم و دائم رکھے۔ آمین۔ ثم آمین۔

آپ ضرور علمی اور ادبی مقالے تیار کرتے رہیں۔ علم میں اضافہ ہوتا ہے اور لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

آپ کی بیگم کے لیے عرض ہے کہ بالکل ابلا ہوا کھانا کھائیں اور لوکی (کچی پکی) خوب کھائیں۔ کلونجی اکثر چباتی رہیں۔ انشاء اللہ بالکل اچھی ہو جائیں گی۔

سب عزیزوں کو دعاء وسلام مسنون۔ زیادہ لکھنے کی طاقت نہیں رہی۔ کوئی خیال نہ فرمائیں۔

فقط　والسلام

احقر　دستخط

حواشی:

تمہید

۱۔ سندھ یونیورسٹی اپریل ۱۹۴۷ء میں کراچی میں قائم کی گئی جب کہ ۱۹۵۰ء کے آخر میں کراچی یونیورسٹی قائم ہوئی اس کے بعد سندھ یونیورسٹی کو ۱۹۵۱ء میں ''این جے وی ہائی اسکول'' کراچی سے ''نیا ودیالہ اسکول'' حیدرآباد میں منتقل کر دیا گیا اس کے بعد علامہ آئی آئی قاضی (پہلے وائس چانسلر) کے زمانے میں غالباً ۱۹۶۱ء کے آخر میں جام شورو منتقل ہو گئی اس کے بعد نیا ودیالہ اسکول والی عمارت کو اولڈ کیمپس اور جام شورو کیمپس کو نیو کیمپس کہا جانے لگا بعد ازاں اولڈ ایلسا قاضی کیمپس (علامہ آئی آئی قاضی کی اہلیہ کے نام پر) اور نیو کیمپس، علامہ آئی آئی قاضی کیمپس قرار دیا گیا یہ ان کیمپسوں کے سرکاری نام ہیں لیکن اب بھی پرانے شاگرد اولڈ کیمپس اور نیو کیمپس ہی کہتے ہیں اسی ایلسا قاضی کیمپس کے ایک کمرے میں شعبۂ اردو قائم ہوا تھا جس کو دفتری امور کے لیے بھی استعمال کیا جاتا تھا اور تدریس کے لیے بھی جب طلباء کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی ایسے میں کلاسیں ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب کے گھر پر بھی ہوا کرتی تھیں۔

۲۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نمازیوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تو ڈاکٹر صاحب نے گھر کے سامنے والی زمین سندھ یونیورسٹی سے خرید کر ایک عالی شان مسجد تعمیر کرا دی جہاں پانچ وقت کی نماز اور ہر پیر کو عصر کی نماز کے بعد مراقبہ کا اہتمام ہوتا ہے۔ یہ مراقبہ پہلے گھر پر منعقد ہوتا تھا۔

۳۔ انھیں ہم جماعت ''فیلوخاں'' صاحب کہتے تھے ان کا تعلق خیر پور میرس سندھ کے ایک گوٹھ (گاؤں) بھرگڑی کے زمیندار گھرانے سے تھا خاں صاحب کو ڈاکٹر صاحب سے بے حد عقیدت تھی وہ روحانی طور پر ڈاکٹر صاحب سے فیضیاب تھے۔

۴۔ پی ایچ ڈی میں رجسٹریشن ۱۹۶۸ء کو ہوئی تھی اور مقالہ کا موضوع ''اردو داستانوں پر قرآنی قصص کے اثرات'' تھا۔

خط:۱

۱۔ صدر شعبۂ اردو اسلامیہ کالج سکھر۔

۲۔ یہ صاحب ہمارے کلاس فیلو تھے اور ڈاکٹر صاحب سے بہت محبت کرتے تھے لیکن ناچنے کا بھی شوق تھا پکنک پر جاتے تو اپنے اردگرد ہم جماعت کو جمع کر لیتے اور ناچتے یہ خیال رکھتے کہ ڈاکٹر صاحب انھیں دیکھ نہ لیں لیکن ڈاکٹر صاحب کو ان کے اس شوق کا علم تھا وہ انھیں پیار سے ''نچکوا'' کہتے تھے۔ بعد میں یہ صاحب بھی ڈاکٹر صاحب کے اردات مندوں میں شامل ہو گئے۔

خط:۴

۱۔ یہ مقالہ سیارہ ڈائجسٹ، جولائی ۱۹۷۱ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ یہ مقالہ پی ایچ ڈی مقالے کا ایک جز ہے۔

۲۔ آپ صدر شعبۂ اردو اسلامیہ پوسٹ گریجویٹ کالج سکھر تھے بعد میں پرنسپل ہوئے جب آپ پرنسپل تھے تو اس زمانے میں ڈاکٹر شاہ نعیم ندوی صدر شعبۂ اردو تھے۔ یہ دونوں صاحبان ڈاکٹر صاحب کے شاگرد تھے ندوی صاحب بعد میں شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی میں پروفیسر اور صدر شعبۂ اردو رہے اور یہیں سے ڈاکٹر صاحب کی زیر نگرانی ''دبستان شبلی کی علمی و ادبی خدمات'' کے موضوع پر مقالہ لکھا۔ معلوم ہوا ہے کہ یہ مقالہ اب یونیورسٹی میں محفوظ نہیں ہے۔ ڈاکٹر سردار احمد صاحب نے بھی ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب کی نگرانی میں ''میر سوز آثار و افکار و ترتیبِ دیوان سوز'' پر ہی مقالہ لکھا اور پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی ڈاکٹر صاحب کے ان دونوں شاگردوں نے اسلامیہ کالج سکھر میں رہتے ہوئے بہ کثرت ایم اے کے مونوگراف لکھوائے ڈاکٹر سردار احمد نے بہت کوشش کی کہ ان کا مقالہ مجلس ترقی ادب لاہور سے شائع ہو جائے۔ انھوں نے احمد ندیم قاسمی صاحب کو اپنا مقالہ بھی بھیج دیا تھا۔ یہ مقالہ دو جلدوں پر مشتمل تھا پہلا حصہ آثار و افکار سے متعلق تھا دوسرا حصہ دواوین پر دونوں جلدوں کے صفحات ۸۰۰ کے لگ بھگ تھے مگر احمد ندیم قاسمی صاحب نے نہ تو مقالہ شائع کیا اور نہ واپس کیا۔ سردار صاحب اعلیٰ پائے کے محقق تھے اور سکھر میں اردو تحقیق کے بانیوں میں شامل تھے آپ نے شاگردوں سے قابل ذکر تعداد میں ایم اے کی سطح کے نہایت عالمانہ مقالات اپنی زیر نگرانی لکھوائے جن میں سے چند ایک شائع بھی ہوئے ہیں۔

خط:۶

۱۔ معروف اسلامی اسکالر، سابق صدر شعبہ تقابل ادیان، سندھ یونیورسٹی جام شورو۔ راقم کو ان سے مستفید ہونے کا کئی بار موقع ملا۔ آپ علم و ادب کے سمندر تھے۔ اور بہ حیثیت انسان بہت ہمدرد۔

۲۔ ماہر اقبالیات، سابق صدر شعبۂ اردو، پشاور یونیورسٹی۔ حامد حسن قادری کے قریبی عزیز۔

خط:۸

ا ملاحظہ کیجیے حاشیہ خط ۴، حوالہ ۲۔

خط:۹

ا ملاحظہ کیجیے خط ۶، حوالہ ا۔

خط:۱۰

ا ۱۹۷۱ء میں شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی میں درج ذیل چار پی ایچ ڈی کے مقالات لکھے گئے:۔

۱۔ دبستان شبلی کی علمی ادبی خدمات، ڈاکٹر شاہ محمد نعیم ندوی۔

۲۔ قدیم اردو ادب کا تحقیقی مطالعہ، ڈاکٹر جمیل جالبی (ڈاکٹر محمد جمیل خان) یہ مقالہ، تاریخ ادبِ اردو، جلد اوّل کی صورت میں مجلس ترقی ادب لاہور نے شائع کیا ہے،

۳۔ میر سوز آثار و افکار و ترتیب دیوان سوز، ڈاکٹر سردار احمد، ''اس مقالے کا کچھ حصہ شعبہ جاتی مجلّہ تحقیق، شعبۂ اردو، سندھ یونیورسٹی، شمارہ ۱۲۔۱۳، ص ۲۱۱۔ میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کے بعد کتابی صورت میں فضلی سنز کراچی سے ۲۰۰۳ء میں شائع ہوا۔'' (تحقیق شمارہ ۱۴۔ ص ۱۷۔)

۴۔ اردو کی داستانوں پر قرآنی قصص کے اثرات، ڈاکٹر حسن محمد خان۔

۲ ڈاکٹر صاحب کے مرید خاص، اعلیٰ ترین سرکاری منصب پر فائز تھے۔

خط:۱۱

ا ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ کی جانب اشارہ ہے۔

خط:۱۲

ا تفصیلی مطالعہ کے ملاحظہ کیجیے ''قرآن والیاں''، مرتبہ ابو محمد مصلح، مکتبۂ ابراہیمیہ، حیدرآباد دکن، ۱۳۵۵ھ۔

۲ مصنف مولانا اشرف علی تھانوی۔

خط:۱۵

ا ڈاکٹر صاحب کے ایک مرید۔

۲ الفقرہ کے لیے انٹرویو دیا تھا اور کام یاب بھی ہو گئے تھے۔ لیکن سیاسی ہوا نے کام یاب نہیں ہونے دیا۔

فہرستِ اسنادِ محولہ:

۱۔ جالبی، جمیل، ڈاکٹر: ۱۹۷۵ء ''تاریخ ادب اردو (جلد اوّل)''، مجلس ترقی ادب لاہور۔

۲۔ سردار احمد، ڈاکٹر: ۲۰۰۳ء، ''میر سوز آثار و افکار و ترتیبِ دیوان سوز''، فضلی سنز، کراچی۔

۳۔ مصلح، ابو محمد: ۱۳۵۵ھ، ''قرآن والیاں''، مکتبۂ ابراہیمیہ، حیدرآباد دکن۔

مجلّہ:

۴۔ شعبہ جاتی مجلّہ ''تحقیق''، شعبۂ اُردو سندھ یونیورسٹی، شمارہ ۱۲۔۱۳ اور شمارہ ۱۴۔